3 اگست 1962

از عدالت عظمیٰ

ابیناش چندرا بوس

بنام

بمل چندرا بوس

(بی پی سنہا، سی، جے، کے این وانچو اور جے سی شاہ، جسٹسز۔)

خیانت مجرمانہ—مؤکل کے ذریعہ وکیل پر مقدمہ چلانا—لکھاوٹ ماہر کو نہ تو بلایا گیا اور نہ ہی جانچ کی گئی—ٹرائل مجسٹریٹ کے ذریعہ بری کیا گیا—اپیل پر ہائی کورٹ کے ذریعہ ہدایت کردہ ماہر کی دوبارہ سماعت اور جانچ—مناسبت۔

اپیل کنندہ، ایک پریکٹس کرنے والا وکیل جسے مدعا علیہ نے ایک ایسی جائیداد کے سلسلے میں ملکیت کی تحقیقات کے لیے لگایا تھا جسے مؤخر الذکر خریدنا چاہتا تھا، اس کے خلاف تعزیرات ہند کی دفعہ 409 کے تحت 5000 روپے کی رقم کے غلط استعمال کے الزام میں مقدمہ چلایا گیا تھا۔ استغاثہ بنیادی طور پر اپیل کنندہ کے لکھے ہوئے خط پر انحصار کرتا تھا جس سے پتہ چلتا ہے کہ ایک لاکھ روپے کی رقم۔ 5000 روپے کی مذکورہ رقم میں سے 4200 روپے اپیل کنندہ کی طرف سے مانگے گئے تھے۔ اس خط کو اپیل کنندہ نے جعل سازی کے طور پر چیلنج کیا تھا۔ مدعا علیہ نے لکھاوٹ کے ماہر کو فون نہیں کیا اور نہ ہی اسے ایسا کرنے کے موقع سے انکار کیا گیا۔ ٹرائل مجسٹریٹ نے فیصلہ دیا کہ استغاثہ کا مقدمہ ثابت نہیں ہوا ہے اور اپیل گزار کو بری کر دیا۔ مدعا علیہ کی اپیل پر ہائی کورٹ نے بری ہونے کے حکم کو اس بنیاد پر کالعدم قرار دے دیا کہ اپیل کنندہ اپنے مؤکل کے ساتھ مخلصانہ تعلقات میں کام کرنے والا وکیل تھا اور ہدایت کی کہ اپیل کنندہ پر دوسرے مجسٹریٹ کے ذریعے دوبارہ مقدمہ چلایا جائے تاکہ مدعا علیہ کو ہاتھ لکھنے کے ماہر سے جانچ کرنے کا موقع ملے تاکہ مذکورہ خط کی صداقت کو قائم کیا جا سکے۔ اس نے مؤقف اختیار کیا کہ چونکہ یہ مقدمہ عام مدعیوں کے درمیان نہیں بلکہ ایک وکیل اور اس کے مؤکل کے درمیان تھا، جس میں مخلصانہ تعلقات شامل ہیں، اس لیے فریقین کے درمیان مکمل انصاف کو یقینی بنانے کے لیے کوئی قدم نہیں چھوڑا جانا چاہیے اور مقدمے کو واپس بھیجا جانا چاہیے حالانکہ استغاثہ نے اپنا مقدمہ ثابت کرنے کے موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

قرار دیا کہ ہائی کورٹ کا حکم مکمل طور پر غلط تھا اور اسے کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔ دوبارہ مقدمے کی سماعت کی ہدایت دینے کی کوئی بنیاد نہیں تھی اور اپیل کنندہ کو اسی جرم کے لیے دوسرے مقدمے میں نہیں ڈالا جا سکتا تھا کیونکہ شکایت کنندہ وہ تمام ثبوت پیش کرنے میں ناکام رہا تھا جو پیش کیا جانا چاہیے تھا اور کیا جا سکتا تھا۔ یہ حقیقت کہ اپیل کنندہ وکیل تھا اس سے کوئی فرق

نہیں پڑ سکتا اور مجرمانہ فقہ کے وہی اصول جو سب پر لاگو ہوتے ہیں اس پر لاگو ہونے چاہئیں۔مزید برآں، ہائی کورٹ تادیبی دائرہ اختیار کا استعمال نہیں کر رہی تھی اور وکیل اور مؤکل کا کوئی رشتہ مجرمانہ مقدمے میں شامل نہیں تھا۔

مجرمانہ اپیل کا عدالتی حد اختیار 1961: کی فوجداری اپیل نمبر 119۔

سی آر پین کلکتہ ہائی کورٹ کے 21 دسمبر 1960 کے فیصلے اور حکم سے اپیل۔ 1958 کا اے نمبر 423،

پی: کے چکرورتی، اپیل کنندہ کے لیے۔

ایس۔سی۔مزومدار، مدعاعلیہ نمبر 1 کے لیے۔

ڈی این مکھرجی، پی کے مکھرجی پی کے بوس کے لیے، مدعاعلیہ نمبر 2 کے لیے۔

.1962 3 اگست۔عدالت کا فیصلہ اس کے ذریعے دیا گیا

سنہا، سی. جے—اپیل، آئین کے آرٹیکل 134(1)(0) کے تحت ہائی کورٹ کی طرف سے دی گئی فٹنس سرٹیفکیٹ پر، کلکتہ ہائی کورٹ کے ڈویژن بنچ کے 21 دسمبر 1960 کے حکم کے خلاف ہدایت کی گئی ہے، جس میں ٹرائل مجسٹریٹ کی طرف سے 2 جولائی 1958 کو منظور کیے گئے بری ہونے کے حکم کو کالعدم قرار دیا گیا ہے۔ہم نے طویل تعطیلات کے موقع پر یہ اپیل سنی اور اس سلسلے میں اپنا حکم جاری کیا کہ اپیل کی اجازت دی گئی اور بری ہونے کا حکم برقرار رہے گا، اور اس کی وجوہات بعد میں بتائی جائیں گی۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اپیل کنندہ، جو ایک پریکٹس کرنے والا وکیل ہے، مدعاعلیہ کی طرف سے اس کے لیے کام کرنے کے لیے ملازم رکھا گیا تھا تاکہ وہ کسی ایسی جائیداد کے حق کی تحقیقات کر سکے جسے مؤخر الذکر اکتوبر 1952 میں کسی وقت خریدنے والا تھا۔استغاثہ کا مقدمہ یہ تھا کہ مدعاعلیہ نے بنگال منی لینڈرز ایکٹ کے تحت مجوزہ لین دین کے سلسلے میں ایک درخواست کے سلسلے میں عدالت میں جمع کرنے کے لیے اپیل کنندہ کو 5000 روپے کی رقم سونپی تھی، اور یہ کہ اپیل کنندہ کو اس طرح رقم سونپی گئی تھی، اعتماد کی خلاف ورزی کرتے ہوئے، رقم کا غلط استعمال کیا، اس طرح اپنے مؤکل کو نقصان پہنچا۔لہذا، اپیل کنندہ پر تعزیرات ہند کی دفعہ 409 کے تحت 5000 روپے کی رقم کے سلسلے میں اعتماد کی مجرمانہ خلاف ورزی کا الزام عائد کیا گیا، جو اسے مدعاعلیہ کی جانب سے وکیل کے طور پر سونپا گیا تھا۔اپیل کنندہ کا دفاع یہ تھا کہ اس کے خلاف الزام جھوٹا تھا اور اسے غلط وجہ سے پھنسایا گیا تھا جس کی وضاحت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اس کے خلاف الزام کو ثابت کرنے کے لیے، شکایت کنندہ (اب مدعا علیہ) نے خود سے اور کئی گواہوں سے پوچھ گچھ کی۔ اس نے ثبوت میں ایک مخصوص دستاویز بھی پیش کی، مارکڈ ایکسٹریکٹ 1، جو اپیل کنندہ کی تحریر میں ایک خط ہونے کا دعوی کرتا ہے، یہ ظاہر کرنے کے لیے کہ 500 روپے۔ 4200/- جمع کے لیے درکار 5000/- روپے کی رقم کا ایک حصہ ہونے کی وجہ سے، اپیل کنندہ کی طرف سے مانگا گیا تھا۔ اس میں شکایت کنندہ کے ہاتھ میں تحریریں بھی تھیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈپازٹ کے معاملے میں خط و کتابت تھا۔ یہ ثبوت کا ایک بہت اہم ٹکڑا تھا، جو اگر حقیقی ہے تو اپیل کنندہ کے خلاف کیس کو ثابت کرنے کے لیے ایک طویل سفر طے کر سکتا ہے۔ لیکن اپیل کنندہ نے دستاویز کو مادی حصوں میں جعل سازی کے طور پر چیلنج کیا، اور شکایت کنندہ سے جرح کی جس نے دستاویز پیش کی تھی۔ اس حقیقت کے باوجود کہ شکایت کنندہ سے بہت واضح طور پر جرح کی گئی تھی تاکہ یہ ظاہر کیا جا سکے کہ عدالت کے سامنے رکھی گئی دستاویز مادی حصوں میں جعل سازی تھی، شکایت کنندہ نے تحریر کے ماہر کی جانچ پڑتال کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ ٹرائل کورٹ، زبانی اور دستاویزی شواہد کی جانچ پڑتال پر، اس نتیجے پر پہنچی کہ ملزم کے خلاف مقدمہ ثابت نہیں ہوا تھا اور اسے بری کر دیا۔ شکایت کنندہ نے بری ہونے کے حکم کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کو ترجیح دی، جس کی سماعت ڈویژن بنچ نے کی، ہائی کورٹ نے یہ رائے اختیار کی کہ کیس کے حالات میں، کسی دوسرے مجسٹریٹ کے ذریعے دوبارہ مقدمہ چلانا چاہیے، جسے شکایت کنندہ کو تحریری ماہر کا ثبوت پیش کرنے کا موقع دینا چاہیے تاکہ سوال شدہ دستاویز کی صداقت کو قائم کیا جا سکے۔ بظاہر، ہائی کورٹ، معروف مجسٹریٹ کے ذریعے منظور کیے گئے بری کیے جانے کے فیصلے پر اپیل میں بیٹھ کر، زیر بحث دستاویز کی صداقت سے مطمئن نہیں تھی۔ دوسری طرف یہ تنازعہ کی خوبیوں کی بنیاد پر کسی نہ کسی طرح اپنا فیصلہ سنا سکتا تھا، چاہے استغاثہ ملزم کے پاس الزام گھر لانے میں کامیاب ہوا ہو یا نہیں۔ اگر یہ ایک ملزم کے طور پر وکیل اور شکایت کنندہ کے طور پر اس کے موکل کے درمیان معاملہ نہ ہوتا تو شاید ہائی کورٹ نے شکایت کنندہ کو دوسرے دور کی قانونی چارہ جوئی کا نیا موقع دینے کا غیر معمولی طریقہ اختیار نہ کیا ہوتا۔ اس سلسلے میں، ہائی کورٹ کے مندرجہ ذیل مشاہدات اخذ کیے جا سکتے ہیں تاکہ اس معاملے میں اس کے غیر معمولی راستے کی وجوہات کو ظاہر کیا جا سکے :

"اس لیے اس میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ یہ کافی اہمیت کی دستاویز تھی۔ استغاثہ کے مطابق اس نے واضح طور پر مدعا علیہ کا 4200 روپے کی رقم کے ساتھ تعلق ظاہر کیا جو کہ 5000 روپے کی رقم کا حصہ تھا، جو الزام کا موضوع ہے۔ مدعا علیہ کے مطابق، اعداد و شمار 4200 اور بنگالی لفظ سنکرانتا جعلی تھے جس طرح دستاویز کے نچلے حصے میں لفظ ہاں اور تاریخ کے ساتھ مدعا علیہ کے دستخط بھی جعلی تھے۔ یہ مقدمہ مدعا علیہ نے واضح طور پر بیملا کرشنا سین کے سامنے رکھا تھا اور اسے یہ تجویز کیا گیا تھا کہ دستاویز کے اعتراض شدہ حصے مدعا علیہ کو غلط طریقے سے پھنسانے کے لیے اپیل کنندہ کی طرف سے کی گئی واضح جعل سازی تھی۔ یہ ضرور کہا جانا چاہیے کہ اس چیلنج کے باوجود، اپیل کنندہ نے دستاویز کے متنازعہ حصے کی تصنیف کے بارے میں عدالت کو کسی نتیجے پر پہنچنے میں مدد کرنے کے لیے ماہر ثبوت پیش کرنے کے لیے کوئی قدم نہیں اٹھایا۔ یہ سچ ہے کہ ماہر ثبوت ہمیشہ حتمی تصفیہ کار نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی اس قسم کے معاملے میں، یہ خاص طور پر مطلوب ہے کہ عدالت کو کسی اہل ماہر کی مدد حاصل ہو کیونکہ تقریباً پورا معاملہ اس حقیقت کے ثبوت پر منحصر ہے کہ آیا اس دستاویز کے اعتراض شدہ حصے مدعا علیہ کے ہاتھ میں تھے یا نہیں۔ مجسٹریٹ نے

بھی اپیل گزار کی طرف سے ماہر ثبوت طلب کرنے میں ناکامی پر تبصرہ کیا تھا۔ایک لحاظ سے یہ تبصرہ جائز تھا؛لیکن: وکیل اور مؤکل کے درمیان اس قسم کے معاملے میں ہم سمجھتے ہیں کہ معاملے کو وہیں نہیں چھوڑا جاسکتا جہاں وہ ہے۔فریقین کے درمیان مخلصانہ تعلقات کے پیش نظر استغاثہ کے مفاد میں اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ ملزم کے مفاد میں کہ پورے معاملے کو صاف کیا جائے،اور ایسا کوئی قدم نہیں چھوڑا جانا چاہیے جس سے فریقین کے درمیان مکمل انصاف کو یقینی بنایا جاسکے۔اگر یہ ایک مدعی اور دوسرے مدعی کے درمیان ایک عام مقدمہ ہوتا تو ہم اس وقت کے فاصلے پر مقدمہ واپس بھیجنے میں ہچکچاتے حالانکہ استغاثہ نے اپنا مقدمہ ثابت کرنے کے موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا۔"

تمام مہذب ممالک میں، مجرمانہ فقہ نے یہ قاعدہ مضبوطی سے قائم کیا ہے کہ ایک ملزم شخص کو ایک ہی جرم کے لیے ایک سے زیادہ بار مقدمے کی سماعت پر نہیں رکھا جانا چاہیے، سوائے انتہائی غیر معمولی حالات کے۔اس معاملے میں، شکایت کنندہ کے پاس وہ تمام ثبوت پیش کرنے کا پورا موقع تھا جو اسے مشورہ دیا گیا تھا کہ ملزم شخص کے خلاف الزام ثابت کرنے کے لیے ضروری ہوگا۔ایسا نہیں تھا کہ وہ کسی ماہر کے امتحان کے لیے ثابت ہوا اور اسے اس موقع سے محروم کر دیا گیا تھا۔استغاثہ نے ٹرائل کورٹ کے سامنے پیش کیے گئے جے شواہد پر اپنے حق میں فیصلہ کرنے کا موقع لیا۔وہ عدالت اس بات سے مطمئن نہیں تھی کہ وہ ثبوت ملزم کو گھر لانے کے لیے کافی حد تک قابل اعتماد تھا۔اس طرح ملزم کو بری کر دیا گیا۔اپیل پر، یہ ہائی کورٹ کے لیے کھلا تھا کہ وہ شواہد کے بارے میں ایک مختلف نظریہ اختیار کرے، اگر اس کے سامنے رکھے گئے حقائق اور حالات اس نتیجے پر پہنچ سکتے ہیں کہ ٹرائل کورٹ کی طرف سے شواہد کی تعریف اتنی مکمل طور پر غلط تھی کہ اپیلٹ کورٹ کے لیے مکمل طور پر ناقابل قبول تھی۔اگر ہائی کورٹ اس نتیجے پر پہنچ سکتی تھی تو وہ فیصلے کو پلٹ سکتی تھی اور بری ہونے کے حکم کو سزا کے حکم میں تبدیل کر سکتی تھی۔لیکن اس سے ملزم کو دوسرے مقدمے کی سماعت میں صرف اس وجہ سے پریشانی اور نقصان نہیں پہنچنا چاہیے تھا کہ استغاثہ نے وہ تمام ثبوت پیش نہیں کیے جو پہلی بار عدالت کے سامنے لائے جانے چاہئیں تھے اور لائے جاسکتے تھے۔یہ ایسا مقدمہ نہیں ہے جہاں بری ہونے کے حکم کے خلاف اپیل کورٹ کے لیے اس وجہ سے دوبارہ مقدمے کا حکم دینا کھلا ہو کہ ٹرائل کورٹ نے استغاثہ کو استغاثہ کے مقدمے کی حمایت میں تمام دستیاب شواہد پیش کرنے کا مکمل موقع نہیں دیا ہے۔یہ کہیں بھی تجویز نہیں کیا گیا ہے کہ ٹرائل مجسٹریٹ نے استغاثہ کو وہ تمام ثبوت پیش کرنے کے کسی بھی موقع سے غیر معقول طور پر انکار کر دیا تھا جو وہ پیش کرنے کے لیے تیار اور تیار تھا۔ایسا ہونے کی وجہ سے، ہائی کورٹ نے، ہمارے فیصلے میں، بری ہونے کے حکم کو کالعدم قرار دیتے ہوئے اور کسی دوسرے مجسٹریٹ کے ذریعے نئے مقدمے کی سماعت کا حکم دیتے ہوئے خود کو مکمل طور پر غلط سمت میں پیش کیا، صرف اس بنیاد پر کہ معاملہ ایک وکیل اور اس کے مؤکل کے درمیان تھا۔صرف اس وجہ سے کہ ملزم وکیل تھا، اسے دوسری بار ہراساں کرنے کی بنیاد نہیں ہوگی، یہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اس کے پراسیکیوٹر کے پاس اسے گھر لانے کا مناسب موقع نہیں تھا۔ہماری رائے میں، ہائی کورٹ نے ایسے تحفظات کو راستہ دیا جو فوجداری مقدمے سے متعلق نہیں تھے۔ہائی کورٹ پیشہ ورانہ بدانتظامی کے لیے تادیبی کارروائی پر نہیں بیٹھ رہی تھی۔اسے مجرمانہ فقہ کے وہی قوانین لاگو کرنے تھے جو تمام مجرمانہ مقدمات پر لاگو ہوتے ہیں، اور ہماری رائے میں، ہائی کورٹ کی طرف سے دوبارہ مقدمے کا حکم دینے کی واحد وجہ مجرمانہ فقہ کے تمام اچھی طرح سے قائم کردہ قوانین کے خلاف ہے۔یہ حقیقت کہ اپیل کنندہ ایک پریکٹس کرنے والا وکیل ہے، اسے کسی بھی ترجیحی سلوک کا حق نہیں دیتا ہے

جب اسے کسی مجرمانہ الزام میں لایا جاتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ کسی اضافی معذوری کا شکار نہیں ہوتا ہے کیونکہ معاملہ وکیل اور اس کے مؤکل کے درمیان تھا۔ جہاں تک فوجداری مقدمے کا تعلق ہے، وکیل اور مؤکل کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ لہذا، ہماری رائے میں، ہائی کورٹ کی طرف سے دوبارہ مقدمے کی سماعت کا حکم مکمل طور پر غلط ہے اور اسے کالعدم قرار دیا جانا چاہیے۔

اپیل کی اجازت دی گئی۔

Meraj U Din Sofi
2024.05.09 16:23
I am the author of this document